پاؤں پھیلائے تو پھر دیکھی نہیں چادر ہم نے
تجھ کو چاہا پھر اوقات سے بڑھ کر چاہا
زیست آسان ہو بھی سکتی تھی لیکن ہم نے
تیری چاہت کو ہر اک بات سے بڑھ کر پایا

پاؤں پھیلائے تو پھر دیکھی نہیں چادر ہم نے
تجھ کو چاہا پھر اوقات سے بڑھ کر چاہا
زیست آسان ہو بھی سکتی تھی لیکن ہم نے
تیری چاہت کو ہر اک بات سے بڑھ کر پایا

عائش چلتے چلتے اچانک رک گئی اور بولی۔
''بس عدینہ مجھے معاف ہی رکھو تمہاری امی کی زیادتیوں کی مزید فہرست میں سننے کو بالکل بھی تیار نہیں تمہارے پاس کوئی اور موضوع نہیں؟''
''تم کیا جانو عائش میری امی تمہاری امی سے کس قدر مختلف ہیں مجھے تو تمہاری قسمت پر رشک آتا ہے۔'' میری آواز بھرآئی۔
''بے وقوف ہو تم کیا تمہیں اپنی ماں سے بالکل محبت نہیں جو سارا وقت انہی کے بارے میں بولتی رہتی ہو۔'' عائش نے نرمی سے پوچھا۔
''ظاہر ہے مجھے ان سے بہت محبت ہے جب ہی تو شکایت بھی ہوتی ہے مگر لگتا ہے ان کو مجھ سے کوئی لگاؤ نہیں بالکل بچوں کی طرح مجھ سے سلوک کرتی ہیں اور حکم چلاتی رہتی ہیں اب اٹھ جاؤ، اب سو جاؤ یہ پہنو، وہ نا پہنو آہستہ چلو، زور سے نہ بولو، لڑکیوں کا لہجہ دھیما ہونا چاہیے، بھلا بتاؤ یہ کیا بات ہوئی لڑکے چاہیں جو کریں سارے فرمودات صرف لڑکیوں کے لیے میری امی تو مجھے کسی دوست کے گھر جانے بھی نہیں دیتیں۔ ایک تمہاری امی ہیں تم اپنی مرضی سے جہاں چاہو، جب چاہو جا سکتی ہو اپنی مرضی سے اٹھتی بیٹھتی ہو اور اپنے پسند کے کپڑے پہنتی ہو، پھر تمہارے تو لڑکے بھی دوست ہیں جبکہ مجھ پر تو لڑکیوں کی دوستی پر پابندی ہے تمہاری امی کتنی فرینڈلی ہیں کاش میری ماں بھی ایسی ہی ہوتیں۔'' عدینہ نے حسرت سے کہا اور عائش کو خدا حافظ کہتے ہوئے گھر میں داخل ہوگئی۔ کیونکہ اس کا گھر پہلے پڑتا تھا پورا گھر موئن جو داڑو کا نقشہ پیش کر رہا تھا ماسی چھٹی پر تھی اور جھاڑو پونچھے سے لے کر کھانا پکانا ہر کام امی کو کرنا پڑ رہا تھا اور مجھے لگا کہ شاید امی آج بیمار پڑ گئی ہیں ورنہ ہمارا گھر ہمیشہ چم چم کرتا تھا۔
دوسرے ہی لمحے امی کی تیز آواز نے مجھے جھنجوڑ ڈالا۔
''عدینہ بیٹی تم آ ہی گئی ہو تو ذرا میری مدد کرو تمہیں معلوم ہے ماسی ایک ہفتے سے چھٹی پر گئی ہوئی ہے۔''
''آپ نے اسے ایک ہفتے کی چھٹی کیوں دی؟''

میں نے بھنا کر سوال کیا۔

”چلا کیوں رہی ہو آرام سے بات کرو، ماسی کی ماں گاؤں میں وفات پاگئی ہے تمہارے ابو کے دوست اپنی فیملی کے ساتھ آرہے ہیں کیا کروں میں صبح سے بازار کے چکر لگا رہی ہوں ابھی صفائی اور کھانا پکانا باقی ہے۔“ تھکن امی کے لہجے سے مترشح تھی۔

”اچھا ٹھیک ہے۔“ کندھے اچکاتے ہوئے میں زور سے بولی۔ ”آتے ہی کام بتادیا کھانے تک کو نہ پوچھا۔“ میں تلخی سے کہتے ہوئے کچن میں داخل ہوگئی جہاں کھانوں کی اشتہا انگیز خوش بو پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ امی کھانا بہترین بناتی تھیں اور ان کی بیکنگ بھی لاجواب تھی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہر فن مولا تھیں اس عمر میں بھی بے حد چاک و چوبند اسمارٹ اور گریس فل اکثر انہیں لوگ میری بڑی بہن سمجھتے تھے اور کبھی کبھی تو مجھے اپنی ہی ماں سے جیلسی فیل ہونے لگتی تھی۔

”بیٹا تمہارے ابو کی خواہش ہے کہ ہم سب ڈنر میں شریک ہوں کیونکہ یہ تمہارے ابو کے بچپن کے دوست ہیں جو فیملی کے ساتھ آرہے ہیں وہ بھی بیس سال بعد۔“ امی نے ہچکچاتے ہوئے کہا اور غصے کی ایک لہر میرے پورے جسم میں دوڑ گئی میں ہمیشہ ایسی جگہوں پر جانے سے اجتناب برتتی تھی جہاں میرے بہن بھائی موجود ہوں۔ راحم مجھ سے دو سال اور نوینہ چار سال چھوٹی تھی لیکن دونوں بہت خوب صورت تھے اور اکثر لوگ منہ پر ہی کہہ بھی دیتے تھے۔

”مسز علی یوں تو آپ کے تینوں ہی بچے ماشاء اللہ خوب صورت ہیں آپ پر گئے ہیں لیکن عدینہ کا رنگ دبتا ہوا ہے اپنے باپ کی طرح۔“ کیونکہ ابو کے مقابلے میں امی زیادہ خوب صورت اور پرکشش تھیں لیکن یہ علیحدہ بات ہے کہ ابو اپنی خوش اخلاقی اور خوش مزاجی کی بدولت ہر جگہ ”چراغ محفل“ بن جاتے تھے کیا اپنے اور کیا غیر، سب ان کے اخلاق کے معترف تھے میں نے امی کو غصے سے گھورا۔

”آپ جانتی ہیں میں ایسی جگہوں پر جانے سے گریز کرتی ہوں جہاں مجھے ڈی گریڈ کیا جاتا ہے اور راحم اور نوینہ کی خوب صورتی کے گن گائے جاتے ہیں۔“

”پاگل ہوئی ہو ایسا کوئی کیوں کرے گا تم کسی سے کم ہو کیا۔“ امی نے خفگی سے کہا۔

”ہاں تو نہ میرا رنگ اتنا صاف ہے نہ میری شکل اتنی اچھی ہے۔“ میں نے تلخی سے جواب دیا۔

”پتا نہیں تم نے کیسے کیسے وہم دل میں پال لیے ہیں بیٹا بلوغت کی عمر میں لڑکیاں اتنی اچھی دکھائی نہیں دیتیں ورنہ میں جانتی ہوں دو تین سال میں تم اپنے دونوں بہن بھائیوں سے زیادہ خوب صورت لگو گی تمہارے نین نقش ان سے زیادہ اچھے ہیں گورے رنگ سے کیا ہوتا ہے خاص طور پر تمہاری ستواں ناک تمہیں سب سے ممتاز کرتی ہے۔“ امی نے پیار سے میری ناک پکڑ کر کھینچی تو لمحے بھر کو میرا موڈ بہتر ہوگیا۔

”تم خوش رہا کرو ہر وقت تیوروں پر بل ڈالے رہنے سے چہرے کی خوب صورتی ماند پڑ جاتی ہے۔“ میں نے غصے سے پلیٹ سلیب پر پٹخی اور پیر زمین پر زور سے مارتی ہوئی اپنے کمرے میں آگئی۔

”اچھا اپنا کمرہ تو صاف کرلینا تمہیں معلوم ہے ماسی نہیں آئے گی۔“

امی نے پیچھے سے ہانک لگائی میں کمرے میں آئی تو ہر چیز بکھری پڑی تھی۔ روزانہ غالباً امی ہر چیز ٹھکانے پر رکھ دیتی تھیں ہمارے گھر میں دو ہی کمرے تھے کافی بڑا کمرہ مع اٹیچ باتھ ہم تینوں بہن بھائیوں کے تصرف میں تھا۔ ڈبل بیڈ پر ہم دونوں بہنیں اور سنگل پر راحم سوتا تھا پورے کمرے میں جا بجا نائٹ سوٹ، کنگھے، میلے کپڑے پھیلے ہوئے تھے۔ دل تو چاہ رہا تھا کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاؤں اور لمبی تان کر سو جاؤں آخر اپنے بہن بھائیوں کا کام میں کیوں کروں۔ میں نے جلدی جلدی اپنی چیزیں سمیٹیں اور پھر شیشے کے آگے کھڑے

ہو کر اپنے بال سنوارنے لگی جو بڑی تیزی سے بڑھ رہے تھے امی نے کمرے میں جھانک کر دیکھا اور پھر اندر آ کر بگڑنے لگیں۔

"یہ کیا طریقہ ہے عدینہ اپنی چیزیں سمیٹ لیں، بہن بھائیوں کی بھی جگہ پر رکھ دیتیں وہ بھی اسکول سے آنے والے ہوں گے۔"

"امی اپنا کام وہ خود کریں میں ان کے حصے کا کام کیوں کروں۔" میں نے بھنا کر جواب دیا۔

"بیٹا عمر کے علاوہ قد میں بھی وہ تم سے بہت چھوٹے ہیں پھر گھر کے کام میں حصہ داری اور میرا تیرا کیا؟ میں گھر کے سارے کام کرتی ہوں تمہارے ابو سارا دن ہمارے لیے ہی محنت مشقت کر کے کماتے ہیں، کبھی ہم لوگوں نے جتایا۔" پھر وہ پیار سے بولیں۔ "بیٹا خوشی خوشی کام کرو تو بوجھ نہیں لگتا۔" پھر وہ گاہے بگاہے کمرے کا چکر لگاتی رہیں اور میں جان بوجھ کر سستی سے جھنجلا کر کام کرتی رہی حالانکہ میں یہ سب خوشی سے بھی کر سکتی تھی ابو بھی شاید آج جلدی آ گئے تھے مجھے کمرے سے باتوں کی آواز آ رہی تھی امی نے غالباً شکایت کی تھی اور وہ انہیں سمجھا رہے تھے۔

"دیکھو بیگم عدینہ عمر کے جس حصے میں ہے اس میں عموماً لڑکیاں اس طرح تلخ و ترش ہو جاتی ہیں جب لڑکیوں میں ذہنی و جسمانی تبدیلیاں رونما ہونے لگتی ہیں تو ان کے رویوں میں تلخی آ جاتی ہے میں نے دیکھا ہے تم سارا وقت اس کے پیچھے پڑی رہتی ہو یہ کرو، وہ مت کرو، آہستہ چلو، آہستہ بولو، زیادہ مت ہنسو، دوستوں کو فون مت کرو، ٹی وی مت دیکھو، دیکھو میں جانتا ہوں تم غلط نہیں ہو لیکن ہر وقت کی روک ٹوک بچوں کو باغی اور ضدی بنا دیتی ہے تم نظر انداز کرنا سیکھو سارا وقت روکنا ٹوکنا چھوڑ دو وقت کے ساتھ خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔" ابو امی کو سمجھا رہے تھے۔

"کیا خاک ٹھیک ہو جائے گی۔" امی مایوسی سے بولیں۔

"کچی لکڑی ہے اس لیے چاہتی ہوں طبیعت میں لچک پیدا کرے۔"

"مگر دیکھو ضروری تو نہیں کہ جیسی تم ہو ویسی ہی عدینہ بھی بن جائے ہر شخص کو اس کی مرضی کی زندگی جینے دو ہاں اس کو اس کی حدود ضرور بتا دو کہ سماجی اور مذہبی طور پر ہمیں کس حد تک اپنی آزادی کا حق استعمال کرنا چاہیے۔"

ابو ہمیشہ میری ہی اس کی سائیڈ لیتے تھے وہ میں خاموشی سے کمرے میں آ گئی اور امی کی ضد میں وہ لباس پہنا جس پر انہیں ہمیشہ ہی اعتراض ہوتا تھا۔

"یہ تم نے کیا پہن لیا؟" نوینہ نے حیرت سے پوچھا۔

میں نے ٹائٹ جینز کے ساتھ چھوٹی سی شرٹ پہنی تھی جس کی آستینیں برائے نام تھیں اور دوپٹہ بھی رسی کی طرح گلے میں جھول رہا تھا۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟" میں نے میک اپ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"آج تو تم ایسی لگ رہی ہو جیسے کسی تربوز کو بانس لگ گئے ہوں۔" نوینہ شرارت سے بولی کیونکہ میں بے حد دبلی اور لمبی تھی میں ایک دم غصے سے اس پر جھپٹی مگر وہ جل دے کر بچ گئی۔

"دیکھو آپا کوئی اور لباس پہن لو میں سچ کہہ رہی ہوں تم اس پرانی جینز میں اس طرح پھنسی ہو جیسے تکیے پر غلاف اور پھر تم جانتی ہو امی کو یہ لباس بالکل پسند نہیں۔" نوینہ مجھ سے زیادہ سمجھدار تھی۔

"آئی ڈونٹ کیئر۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"دیکھو بعد میں مجھے کچھ مت کہنا میں بتا رہی ہوں اس لباس میں تم کارٹون لگ رہی ہو سب تمہارا مذاق اڑائیں گے۔" نوینہ نے ایک مرتبہ پھر مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تم اپنی چونچ بند رکھو امی کی چمچی، میری مرضی امی کو اس سے کیا۔"

"آپا تم نے ایک کہاوت تو سنی ہوگی کہ "کھاؤ من

بھاتا اور پہنو جگ بھاتا۔"

"ہاں تو، اسی لیے تو پہن رہی ہوں بڑا فیشن ہے اس کا۔" میں نے فخر سے کہا۔

"لیکن فیشن بھی وہ اچھا لگتا ہے جو انسان پر سوٹ کرے اور ہماری سماجی اقدار، خاندانی وقار اور اسلامی شعار سے متصادم نہ ہو۔" میں نوینہ کی باتوں پر حیران رہ گئی۔

"نوینہ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم تو بالکل امی کی زبان بول رہی ہو۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں تو بیٹی بھی انہیں کی ہوں انہی کی زبان تو بولوں گی۔" نوینہ کے لہجے میں فخر عود کر آیا۔

"ویسے آپا آج تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" اچانک غیر متوقع طور پر نوینہ نے کہا۔

"اور خاص طور پر تمہارے بال آج تو قیامت لگ رہے ہیں۔" مسکراہٹ میرے لبوں پر آ گئی اور میں نے اسے بے اختیار گلے سے لگا لیا۔ ابو کے آواز دینے پر ہم دونوں کمرے میں داخل ہوئے سب کی نظریں ایک ساتھ ہماری طرف اٹھیں کچھ میں حیرت اور کچھ میں ستائش تھی ابو کی بھنوئیں تن گئیں مگر پھر وہ مسکرانے لگے اور امی نے ایک غصیلی نگاہ ڈالنے کے بعد دوسری نگاہ ڈالنا بھی پسند نہیں کی۔

مجھے لگا کچھ غلط ہو گیا ہے کیونکہ ابو کے دوست بیس سال بعد پاکستان شفٹ ہوئے تھے امریکا سے مگر ان کے دونوں بیٹے اور بیٹی پاکستانی لباس میں تھے لڑکی نے شلوار قمیص کے ساتھ بڑا سا دوپٹا اوڑھا ہوا تھا اور اس کا بھائی جو بے حد خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ لمبا تڑنگا بھی تھا مجھے عجیب مضحکہ خیز نظروں سے گھور رہا تھا۔

مہمانوں کے جاتے ہی امی غصے سے برس پڑیں۔

"یہ کیا حرکت کی تم نے عدینہ۔ میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ یہ بندوق کی نالی جیسی جینز اب نہ پہننا تم بڑی ہو گئی ہو سب مہمانوں کے سامنے ذلیل کر دیا جو امریکا میں اتنے برس رہ کر آئے وہ اپنی اقدار نہ بھولے اور ہم "کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا" کے مصداق انگریز بننے کی کوشش میں مرے جا رہے ہیں۔" امی سخت غصے میں تھیں۔

"آپ کو میرے کپڑوں پر اعتراض ہے۔" میں نے غصے سے پوچھا۔

"تمہاری ہر بات پر، جینز کے ساتھ اگر تم لونگ شرٹ اور بڑا سا دوپٹا اوڑھ لیتی تو مجھے کوئی شکایت نہ ہوتی۔" وہ غصے سے بولیں۔

"امی یہ فیشن ہے آج کل کا۔" میں نے بگڑ کر کہا۔

"یہ فیشن نہیں ہے فیشن کے نام پر بیماری ہے۔ جس میں ہر چھوٹا بڑا ابتلا ہو چکا ہے تم کس قدر مضحکہ خیز لگ رہی ہو تم نے سوچا ہے؟"

"بیٹا تمہاری امی بالکل صحیح کہہ رہی ہیں چلو کوئی بات نہیں آئندہ خیال رکھنا۔" ابو نے پیار سے سمجھاتے ہوئے بحث ختم کرنا چاہی مگر میں اکڑ گئی۔

"حد ہے ابو آپ بھی امی کے ہم نوا بن گئے کم از کم آپ تو......!" میری آواز بھرا گئی۔

"بیٹا اس معاملے کو ہمارے نقطہ نظر سے سمجھنے کی بھی کوشش کرو میں یہ نہیں کہتا کہ تم بالکل ہماری ہم خیال بن

خدیجتہ الکبریٰ

آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے والوں کو میرا عقیدت بھرا سلام قبول ہو، مابدولت کو خدیجتہ الکبریٰ کہتے ہیں جی۔ فرینڈ تو کوئی نہیں البتہ کچھ اچھی ہستیاں ہیں جو بہن دوست سب کچھ ہیں۔ سب سے پہلے موسٹ فیورٹ ٹیچر شازیہ ہاشم پھر کلاس فیلوز ہیں۔ نبیلہ، سائرہ، سلمیٰ اور اچھی کزنز صبا، اقراء، آپی سعدیہ اور میری جو سب سے اچھی پیاری سی بہن ہے جس کی وجہ سے آنچل پڑھ سکتے ہیں اس کا نام ہے ام ایمن مبارک۔ کھانے میں سب کچھ ہڑپ کر جاتی ہوں۔ ڈریسز میں فراک، میکسی پسند ہے البتہ پہنی کبھی نہیں۔ میری فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

جاؤ لیکن سنجیدگی سے سوچو تو جو تمہاری امی کہتی ہیں اس میں تمہاری ہی بہتری ہے۔"

❁ ...... ❀ ...... ❁

آج کل میں پڑھنے پر بھرپور توجہ دے رہی تھی کیونکہ مجھے کچھ نا کچھ بن کر دکھانا تھا مجھے امی کی نصیحتیں چبھتی تھیں مجھے اچھی طرح یاد تھا میں جب چھوٹی تھی تو امی سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتی تھیں دونوں چھوٹے بہن بھائیوں کی موجودگی کے باوجود میں ان کی چاہت کا محور تھی مگر پھر جانے کیا ہوا جیسے ہی میں جوانی کی سرحدوں کو چھونے لگی ان کا زاویہ نگاہ بدل گیا بلکہ مجھے لگتا تھا انہوں نے مجھ سے محبت کرنا چھوڑ دی اب تو ان کو میری دوستوں پر بھی اعتراض ہونے لگا تھا۔

"انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے دیکھ بھال کر دوست بنایا کرو۔" ان کے کہنے پر میرا دل جل جاتا۔

"اونہہ، دوست نہ ہوا کہ دیکھ بھال اور چھان پھٹک کر خرید لو کپڑے کی طرح۔"

"آخر آپ مجھے موبائل کیوں لے کر نہیں دے دیتیں میری سب دوستوں کے پاس ہے۔" میں نے غصے سے کہا۔

"تمہاری انہیں باتوں پر مجھے غصہ آتا ہے تمہارے ابو کے کئی دوستوں کے پاس پجارو ہیں ان کی بیویوں کے پاس اپنی ذاتی گاڑیاں ہیں لیکن مجھے اس سے کیا میں دوسروں سے مقابلہ کیوں کروں۔" وہ بگڑ کر بولیں پھر نرمی سے گویا ہوئیں۔

"بیٹا جب موبائل کے بغیر بھی تمہارا کام چل رہا ہے تو پھر موبائل کی عیاشی کیوں جب موبائل تمہاری ضرورت بن جائے گا تو ہم خود تمہیں لے دیں گے۔" امی کی روز روز کی نصیحتوں نے میرا دماغ خراب کر دیا تھا اگر ابو کی سپورٹ نہ ہوتی تو شاید میں پاگل ہی ہو جاتی۔

میں پڑھ پڑھ کر تھک چکی تھی میں نے کمرے کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ ہمارے چھوٹے سے لان میں ارحم اپنے دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا تھا اور ابو امپائر بنے ہوئے تھے جبکہ نوینہ پکی روش پر سائیکل چلا رہی تھی اچانک امی نے کچن سے صدا لگائی۔

"عدینہ بیٹا ذرا گاڑی میں مجھے اسٹور لے چلو کچھ سودا لینا ہے میں اتنا سارا سامان اٹھا کر پیدل نہیں لا سکتی۔"

ابو کے پاس ایف ایکس تھی جو میں نے کھیل ہی کھیل میں چلانی سیکھ لی تھی گاڑی تو میں بہت اچھی چلاتی تھی مگر اسے مین روڈ پر چلانے کی اجازت نہیں تھی کیونکہ ابھی میری ڈرائیونگ لائسنس لینے کی عمر نہیں ہوئی تھی کبھی کبھی قریب کی دکان سے کچھ لینا ہوتا تھا تو امی مجھے لے جاتی تھیں اس طرح مجھے پریکٹس بھی ہو جاتی تھی مگر اس وقت سب کو کھیلتا دیکھ کر مجھے غصہ آ رہا تھا اس لیے میں نے پڑھائی کا بہانہ بنا کر جانے سے صاف انکار کر دیا چند سیکنڈ بعد امی کی آواز آئی۔

"اچھا بیٹا تم پڑھو میں خود ہی لے آتی ہوں۔" میں نے دیکھا وہ سیاہ اسکارف میں بہت خوب صورت لگ رہی تھیں کسی نے شوروغل میں نوٹس بھی نہیں لیا اور وہ گیٹ سے باہر نکل گئیں۔ مجھے شرمندگی ہونے لگی مجھے گاڑی چلانے کا بے حد شوق تھا میں تو گاڑی چلانے کے بہانے ڈھونڈتی تھی تو پھر آج مجھے کیا ہوا تھا آخر مجھ پر ہر وقت یہ جھنجلاہٹ کیوں سوار رہتی ہے ابھی میں سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک کسی نے زور زور سے دروازہ پیٹ کر ابو کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ دور سے سائرن کی آواز آنے لگی جواب نزدیک آتی جا رہی تھی۔ ابو، نوینہ اور ارحم بری طرح دوڑے میرا دل جیسے سائیں سائیں کرنے لگا۔ ایک انہونی کے احساس نے میرے قدموں سے جان نکال دی میں بامشکل باہر پہنچی لوگوں کے ہجوم میں میری ماں بیچ سڑک پر پڑی تھی نوینہ اور ارحم دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے میں نے انہیں بانہوں میں بھر لیا۔ تب ہمارے پڑوسی اسلم انکل نے تسلی دی۔

"بیٹا اللہ سے دعا کرو تمہاری امی زندہ ہیں۔"

امی نے ایک ہفتے آنکھیں نہیں کھولیں ان کی حالت حوصلہ افزا نہ تھی اور مجھے لگ رہا تھا اس کی ذمہ دار میں ہوں

کاش میں امی کو گاڑی میں لے جاتی تو شاید یہ حادثہ نہ ہوتا کیونکہ سب نے بتایا کہ گاڑی والے کا قصور نہیں تھا جلد بازی میں امی خود اچانک روڈ پر آ گئی تھیں۔ وہ کار والا بے حد شرمندہ تھا کیونکہ ابو نے کوئی بھی کیس کرنے سے انکار کر دیا تھا جبکہ ابو کے منع کرنے کے باوجود اسی کے خرچ پر ایک پرائیویٹ اسپتال میں امی کا علاج ہو رہا تھا لیکن ڈاکٹرز زیادہ پرامید نہ تھے۔ حادثہ کے بعد سے اب تک میری آنکھ سے ایک آنسو بھی نہ نکلا تھا لیکن جب ساتویں دن ڈاکٹر نے آئی سی یو سے باہر آ کر امی کے ہوش میں آنے کی نوید سنائی تو میری چیخوں سے اسپتال گونج اٹھا اور میں ابو سے لپٹ کر اتنا روئی کہ ہر آنکھ اشک بار ہو گئی۔

❁ ...... ❀ ...... ❁
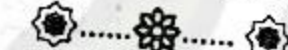
"صبح صبح ابو نے مجھے اٹھا دیا۔" بیٹا جلدی اٹھو آج تمہیں کالج جا کر ایڈمٹ کارڈ لینا ہے تمہارے امتحانات شروع ہونے والے ہیں۔"

"نہیں ابو میں امتحان نہیں دے رہی امی کے پاس اسپتال میں رہوں گی۔" میں نے ہارے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابو نے بڑے غور سے مجھے دیکھا پھر پیار سے بولے۔

"بیٹا تمہاری امی کو بہت خوشی ہوگی اگر تم امتحان دے لوگی کیونکہ تمہیں ڈاکٹر بنتے دیکھنا ان کا خواب ہے۔" اس ایک جملے نے میرے اندر توانائی جمع کر دی اور میرا ذہن امتحان کے لیے تیار ہو گیا۔ پہلا پرچہ تصور سے زیادہ اچھا ہو گیا۔ دوسرا پرچہ فزکس کا تھا جو مجھے ہمیشہ مشکل لگتا تھا مگر نوینہ نے مدد کے لیے پوچھا تو میں نے ایم سی کیوز کی کتاب اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ وہ سوال پوچھتی میں جواب دے دیتی اور جس کا جواب نہیں آتا میں کتاب سے دیکھ کر یاد کر لیتی۔ یہ وہ طریقہ تھا جو ہمیشہ امی مجھ سے کروانا چاہتی تھیں مگر میں ان کی ضد میں انکار کر دیتی تھی مگر انہی کے طریقے سے یاد کر کے میرا فزکس کا پرچہ بھی بہت اچھا ہو گیا رات ابو اسپتال سے لوٹے تو کہنے لگے "تمہاری امی پرچوں کے بارے میں پوچھ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ تم اچھے نمبروں سے پاس ہو گی تو یہ ان کے لیے ان کی صحت یابی کا سب سے قیمتی تحفہ ہوگا اور یہ تحفہ انہیں ساری زندگی خوش رکھے گا۔" ابو کے الفاظ نے میرے جسم میں بجلیاں سی بھر دیں اور میں اور پرعزم ہو گئی۔

پوری رات میری بے چینی میں گزری گھر کی خاموشیاں مجھے کھا رہی تھیں کیونکہ نہ تو کچن سے برتنوں کی آوازیں آ رہی تھیں اور نہ کوئی تیزی سے ادھر آ جا رہا تھا نہ کوئی نصیحت نہ کوئی روک ٹوک۔ تنہائی کا احساس مجھے ڈس رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ کوئی آئے اور مجھے نصیحتیں کرے۔

❁ ...... ❀ ...... ❁

دو تین دن پڑوس سے کھانا آتا رہا لیکن کب تک میں نے اور نوینہ نے مل کر برتن دھوئے اور ارحم نے انہیں کپڑے سے پونچھ کر کیبنٹ میں رکھا یہ پہلا موقع تھا کہ ہم تینوں بہن بھائی مل جل کر کام کر رہے تھے جو ہمیں اچھا بھی لگ رہا تھا۔

"کل سے ہم تینوں مل کر کھانا بھی بنائیں گے کیونکہ ابو بتا رہے تھے کہ امی کو ریکوری میں مہینوں بھی لگ سکتے ہیں۔" میں نے دونوں کو پیار سے سمجھایا۔

غزل

اگر تم کو یہ لگتا ہے
میری چاہت کی ہتھکڑیاں
تمہیں اب قید کر دیں گی

تو سن لو جاں ہمدم
میں تم کو دل سے کہتی ہوں
بڑے ہی مان سے جاناں
میرے دل کی اس نگری سے
تمہیں آزاد کرتی ہوں

شاعرہ: سمیرا (مرحوم)
انعم حسن گجر

"لیکن تمہارا پکایا ہوا کھانا کھائے گا کون؟" ارحم بگڑ کر بولا۔

"آپا تمہیں کھانا پکانا آتا ہے۔"

"میں سیکھ لوں گی کتابوں سے یا ٹی وی سے آخر اور لوگ بھی تو پکاتے ہی ہیں مگر تم لوگ صبر سے کھا لینا ورنہ میری ہمت جواب دے جائے گی۔"

میرے امتحانات ختم ہو چکے تھے اور وہ دونوں اسکول جاتے تھے مجھے حیرت ہوتی تھی کہ امی سارا دن اکیلی کیسے کام کر لیتی تھیں صبح اٹھ کر وہ ایک مشین کی طرح گھر میں لگی رہتی تھیں اور میں بڑی ہونے کے باوجود ہر کام سے جی چراتی تھی بلکہ بہن بھائیوں سے مقابلے پر اتر آتی تھی جو مجھ سے کہیں چھوٹے تھے۔

اس دن میرے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کچھ عجیب تھا۔ روٹی سوکھ گئی تھیں اور بقول ارحم میں نے دنیا کا نقشہ بنایا تھا۔ "گوشت گلا نہیں تھا اور چاول کچے تھے ابو نے بغیر کچھ کہے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کھانا کھا لیا نوینہ نے دو چار لقمے لیے اور ارحم نے تو کچھ کہے بغیر پلیٹ ایک طرف کھسکا دی اور ڈبل روٹی پر جام لگا کر کھانے لگا۔

"کوئی بات نہیں پاکستان ایک دن میں نہیں بن گیا تھا آج تمہارا پہلا تجربہ تھا جلد ہی سیکھ جاؤ گی۔" اپنا پکایا ہوا میرے بھی حلق سے نہیں اتر رہا تھا ابو نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"تم کھانے میں نمک ڈالنا بھول گئی ہو۔" ابو کے شرارت بھرے انداز نے میرے حوصلے پست نہیں ہونے دیے ایک ہفتے میں، میں نے مشین سے کپڑے دھونا سیکھ لیے اور گھر کی صفائی کی بھی عادت ہو گئی پورے گھر کی ذمہ داری محسوس کر کے مجھے خوشی کے ساتھ ساتھ بڑے پن کا احساس ہو رہا تھا اور میرے لہجے کی حلاوت اور نرمی کی وجہ سے دونوں بہن بھائی میرا کہنا بھی ماننے لگے تھے۔

ہم تینوں بہن بھائی تقریباً روز ہی ابو کے ساتھ امی سے ملنے جاتے تھے جو پٹیوں میں جکڑی ہوئی تھیں اور بہت کم بول پاتی تھیں لیکن ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے اور جب میں ان کو پورے دن کی کارکردگی کی رپورٹ دینے لگتی تو ان کی آنکھوں کی چمک سے پتا لگ جاتا تھا کہ وہ بے حد خوش ہیں اور میرا سیروں خون بڑھ جاتا۔

❁ ...... ✿ ...... ❁

مصروفیت کی وجہ سے میری دوستوں سے بھی بات چیت کم ہو گئی تھی پھر اچانک میں نے سنا عائش کہیں چلی گئی ہے اور گھر والے سخت پریشان ہیں میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی عائش کہاں جا سکتی تھی اور کیوں؟ پھر ابو نے بتایا۔

"بیٹا اسی لیے تمہاری امی موبائل کے خلاف تھیں لڑکیوں کی ماؤں کو ایسا ہی ہونا چاہیے چوکیدار کی طرح، محافظ جیسا، بیٹیاں ماں باپ کی دولت ہی تو ہوتی ہیں اگر ان کی حفاظت نہ کی جائے تو کوئی بھی نقب لگا کر لوٹ سکتا ہے یہ دنیا لٹیروں سے خالی نہیں عزت کے رہزن تو ہر قدم پر تاک لگائے بیٹھے ہوتے ہیں تمہیں وہ روک ٹوک اور سختی بری لگتی تھی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میں آفس اور تمہاری امی اسپتال میں ہوتی ہیں لیکن ہم مطمئن ہیں کہ ہماری اولاد کی تربیت صحیح نہج پر ہوئی ہے ان کے قدم جمے ہوئے ہیں وہ بہک نہیں سکتیں وہ بھٹک نہیں سکتیں۔"

"ابو آپ عائش کے بارے میں بتا رہے تھے۔" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"میری بچی تم تو جانتی ہو عائش کے گھر کا ماحول کھلا تھا نہ کوئی روک ٹوک، نہ کہیں آنے جانے پر پابندی اس کی کئی لڑکوں سے دوستی بھی تھی اور اکثر وہ رات گئے تک باہر بھی رہتی تھی تو نتیجہ تو پھر یہی نکلنا تھا جانے کب اور کیسے وہ گھر سے روپے پیسے اور زیور لے کر کس کے ساتھ اور کہاں چلی گئی دو روز تک تو کچھ پتا ہی نہیں چلا ماں باپ کی حالت خراب ہوئی سو ہوئی عزت کا جنازہ بھی نکل گیا اور پر سو وہ لٹ پٹ کر واپس آ گئی اب ساری دنیا سے منہ چھپاتے پھر رہے ہیں اب یہ بیٹی ہڈی کی طرح ان کے

حلق میں پھنس گئی ہے نہ نگل سکتے ہیں نہ اگلنے لائق رہے ہیں بیٹا۔ بے مہار اور مادر پدر آزادی کا یہ نتیجہ تو نکلنا ہی تھا اولاد ماں باپ کی روک ٹوک کو اپنی آزادی میں حائل اور سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ ماں باپ سے زیادہ کوئی مخلص اور بے لوث دوست اولاد کا ہو ہی نہیں سکتا۔" میں دم سادھے ابو کی بات سن رہی تھی اور مجھے لگ رہا تھا میرے جسم میں جان ہی نہیں ہے۔ سانس بھی مشکل سے آ رہا تھا آج صحیح معنوں میں مجھے اپنی ماں کی اہمیت کا احساس ہو رہا تھا اور ندامت کے آنسوؤں نے پچھتاوے اور ملال کو دوآتشہ بنا دیا تھا میرا دل چاہ رہا تھا تھپڑ مار مار کر اپنا منہ لال کر دوں آئینے میں مجھے اپنی شکل مسخ لگ رہی تھی خودغرض مطلبی اور ناعاقبت اندیش اور پھر میرا رزلٹ نکل آیا میری بورڈ میں چوتھی پوزیشن تھی خوشی کے مارے میرا رواں رواں جھوم اٹھا یہ سب میری ماں کی دعاؤں اور کاوشوں کا نتیجہ تھا اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے وہ مجھے تابناک مستقبل کے سنہری خواب دکھاتی رہتی تھیں جو خواب انہوں نے اپنے لیے دیکھا تھا اس کی تعبیر وہ مجھ سے حاصل کرنا چاہ رہی تھیں۔ وہ اکثر مجھے کہا کرتی تھیں۔

"میرے خوابوں کو پایہ تکمیل تک تم پہنچاؤ گی اور میری حسرتوں کو حقیقت تم بناؤ گی۔" اس وقت میں جل کر دل ہی دل میں کہتی "اونہہ خود پڑھتی نا سائنس کی موٹی موٹی کتابیں تو آٹے دال کا پتا لگ جاتا خود تو اردو لٹریچر میں ماسٹرز کر بیٹھیں وہ بھی پرائیویٹ اور مجھے ڈاکٹر بنانا چاہ رہی ہیں۔" مگر آج مجھے لگ رہا تھا کہ اندر سے تو میری بھی یہی تمنا تھی اور میں خود کو لمبے سفید گاؤن میں گھومتے دیکھتی تھی جب ہر طرف سے نرسوں اور وارڈ بوائے کی آوازیں آتی تھیں۔

"ڈاکٹر صاحب، ڈاکٹر صاحب۔" اور آج میں نے دل میں عہد کیا تھا کہ امی کے ہر خواب کو تعبیر دوں گی۔

❁ ...... ✿ ...... ❁

آج کل یہ دن میرے لیے بہت سخت تھے گھر کی صفائی، کھانے کا انتظام، کپڑے دھونا، استری کرنا اور پھر صبح صبح دونوں بہن بھائیوں کو تیار کر کے اسکول بھیجنا حالانکہ میرے ابو میرا بہت ہاتھ بٹاتے تھے اور دونوں بہن بھائیوں کو بھی نصیحت کرتے رہتے تھے مگر آفس سے آنے کے بعد سارا وقت ان کا امی کے پاس گزرتا تھا اور مجھے خوشی بھی ہوتی تھی امی ابو کی مثالی محبت دیکھ کر کیونکہ مجھے ہمیشہ ہی سے یہ لگتا تھا کہ امی کی زندگی عاجزانہ اور مودبانہ سی ہے اور ابو انہیں کوئی خاص لفٹ نہیں دیتے لیکن بغیر چڑچڑانے اور منہ بنائے وہ جس طرح گھر اور امی کو توجہ دے رہے تھے یہ انہیں کا حوصلہ اور ہمت اور محبت ثابت کرنے کے لیے کافی تھا۔

اس دن نوینہ کو دیکھ کر میں حیران ہو گئی اس نے ٹائٹس کے ساتھ بغیر آستین کی اونچی سی شرٹ پہن رکھی تھی اور بے تحاشہ میک اپ نے اسے عمر سے بڑا بنا دیا تھا۔

"نوینہ تم یہ بھری دوپہر میں کہاں جا رہی ہو وہ بھی اس حلیے میں۔" وہ ایک دم رک گئی اور چیخ کر بولی۔

"ایک گلی چھوڑ کر اپنی دوست کے گھر جا رہی ہوں گھر میں تو امی ابو موویز دیکھنے نہیں دیتے وہاں جا کر دیکھوں گی۔" وہ بگڑ کر بولی۔ "میں اب کوئی بچی نہیں ہوں بڑی ہو گئی ہوں۔"

رنگ

میری زندگی میں کتنے رنگ تھے
رنگ برنگی آرزوئیں
مہکتی خوش بوئیں
بہار کے گزرتے ہی آج تم نے یہ کیا کیا؟
میری جھولی میں ڈھیر سارے
زرد پھول ڈال دیے
نرگس کے پھولوں سے
میرے ارمانوں کی تربت سجا دی
اور یہ نہ سوچا کہ
جدائیوں کا یہ موسم کیونکر بیتے گا؟

فصیحہ آصف خان...... ملتان

”نوینہ میری بہن، یہ سب ٹھیک نہیں ہے جانتی ہو امی کو ایسا لباس بالکل پسند نہیں۔“ میں نے پیار سے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ بھنا کر بولی۔

”ہاں تو تم بھی تو ایسا ہی لباس پہنتی تھیں اب چار دن میں ملانی بن گئی ہو جو مجھ پر اعتراض کر رہی ہو خود اپنا وقت بھول گئیں تم میری اماں بننے کی کوشش مت کرو۔“ اور میں سناٹے میں رہ گئی وہ آج وہی کچھ کر رہی تھی جو میں نے کیا تھا۔

”نوینہ میری جان۔“ میں نے اسے بڑھ کر گلے لگایا۔”میں غلط تھی میں نے اپنی ماں کو سمجھا ہی نہیں ان کو اپنا دشمن سمجھ کر ہمیشہ ان سے لڑتی رہی۔“

”میں تمہاری بات کیوں سنوں؟“ وہ غصے سے بولی۔

لیکن میں نے اسے بازو سے پکڑ کر کمرے کی طرف دھکیلا اور نرمی سے کہا۔

”ابھی جا کر پہلے کپڑے بدلو اور منہ دھو لو بالکل کارٹون لگ رہی ہو۔“ وہ روتی ہوئی کمرے میں گھس گئی پھر چیخ کر کے بولی۔

”تم انتہائی درجے کی گھٹیا بہن ہو کیونکہ تم مجھے بڑھتا ہوا نہیں دیکھ سکتیں کیونکہ تمہیں میری خوب صورتی بری لگتی ہے جلتی ہو مجھ سے۔“ اور اب میں حیرت سے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی اور میرا منہ کھلا ہوا تھا۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی فرق صرف یہ تھا کہ پہلے میرے سامنے میری ماں ہوتی تھی اور آج نوینہ کے سامنے میں تھی اور وہ میرے سامنے میری ہی زبان بول رہی تھی۔

میں سیڑھیوں پر بیٹھ کر رونے لگی پچھتاوے مجھے ناگ کی طرح ڈس رہے تھے زندگی کے وہ قیمتی سال جو میں ماں کی دوست بن کر گزار سکتی تھی میری ضد اور بغاوت کی نذر ہو گئے خود کو بڑا منوانے کے لیے میں ماں سے لڑتی رہی حالانکہ ہر انسان کو بڑا تو خود بخود ہو جانا ہے۔ پھر میں کچھ سوچ کر ایک عزم کے ساتھ کھڑی ہو گئی مجھے اپنی بہن کو دوسری عدینہ نہیں بننے دینا تھا۔ اس کو امی کا دوست بنانا تھا۔

پھر پوری دوپہر ہم دونوں نے جو گفتگو کی وہ زندگی کا حاصل تھی میں نے نوینہ کے سامنے اپنے اور ماں کے تعلقات کا بند دریچہ کھول دیا۔ کتاب زندگی کے اس باب کو سنایا جس نے میرے اور ماں کے تعلقات میں دراڑیں ڈال دی تھیں۔ میں نے اپنی بہن کو ان کیفیات سے آگاہ کیا جن سے میں پندرہ سال کی عمر میں دوچار رہی۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر آنسو بہاتے اور ماں کی سلامتی کی دعائیں کرتے رہے دلوں کا غبار نکلا تو دھند چھٹ گئی اور ہر چیز واضح اور صاف نظر آنے لگی۔ ہم دونوں بہنیں جب اٹھیں تو بہترین دوست بن چکی تھے۔ نوینہ نے اپنے رویہ کی معافی مانگی تو میرا دل غموں کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا۔ نوینہ نے میرے ساتھ جو بھی کیا وہ تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں تھا جو میں اپنی ماں کے ساتھ کرتی آئی تھی اور اس پر میں کبھی نہ پشیمان تھی نہ شرمندہ اور معذرت اور معافی جیسے لفظ تو میری لغت میں تھے ہی نہیں اور وہ ایک ماں کا دل تھا جو ایک دو روز ناراض رہ کر خود ہی مان جاتی تھی اظہار کیے بغیر کہ میں نے اس کا کتنا دل دکھایا ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

امی بالکل ٹھیک ہو کر گھر آ گئیں اور ہم دونوں بہنوں کے بدلتے رویوں سے حیران ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد خوش بھی ہیں اور اکثر کہتی ہیں۔ یہ حادثہ میری خوشیوں کا سنگ میل ثابت ہوا کہ جس نے میری بیٹیوں کو میرا دوست بنا دیا اور ایک اور مزے کی بات بتاؤں کہ میڈیکل کالج میں مجھے وہ لڑکا بھی ملا جو کبھی ہمارے گھر آیا تھا مجھ سے تین سال سینئر اور اب وہ میرا منگیتر بھی ہے کبھی کبھی وہ مجھے ہنس کر کہتا ہے۔

”مجھے یقین نہیں آتا کہ تم وہی بگڑی ہوئی خود سر لڑکی ہو جو اول جلول لباس میں، میں نے دیکھی تھی۔“ اور میں شرمندہ ہو کر جھینپ جاتی ہوں۔